OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

تجارت کے قرآنی اصول: تفاسیر احکام القرآن کی روشنی میں

سید نورالحسن ہاشمی
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اسلامیات، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی
پروفیسر / چیئرمین شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Islam is a complete code of conduct and way of life, which has provided complete teachings on every aspect of life including beliefs, society, worship, ethics and affairs. In the Holy Qur'an, guidance has been given in all the fields of life. Among all, the financial matters remain the most important subject matter of the Holy Qur'an. So, while the Qur'an has emphasized on worship and duties, it has also given importance to seeking livelihood and earning halal income. It is obligatory and necessary for a Muslim to earn halal sustenance and try to avoid haraam sustenance. Obtaining halal sustenance is possible only when a person obtains it in accordance with the prescribed methods of Shariah. Allah Almighty has also made trade a means of meeting the economic needs of human beings. If trade is done in a lawful and halal manner, then the profit earned from it will also be considered halal. If trade is done in illegal and haraam ways, then Profits from this will also be considered haraam. The issues related to finance and trade has been given much importance in the Holy Quran. Because these matters are directly related to human beings. If there is any ambiguity or thirst in them, there is a danger of corruption on earth. Therefore, it was necessary to explain in detail the rules and instructions in this regard. Therefore, the Qur'an al-Hakim has given detailed injunctions on this subject. Among the financial matters mentioned by the Qur'an, the emphasis is on trade, widows and their types, prohibitions and permissions related to them. The Qur'an has given clear instructions on commercial matters. Judgments on some of these matters have been given in-principle instructions while the details of some of them have been given by the Holy Prophet (SWS) by explaining the verses related to them. Here our focus will be on the Qur'anic principles, teachings and decrees regarding trade which Allah Almighty has mentioned in the Qur'an Al-Hakim with reference to trade, as well as the verses and commentaries given by the jurists and commentators belonging to different schools of jurisprudence. It will also be reviewed in detail**.**

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دستور زندگی ہے، جس نے عقائد، معاشرت، عبادات، اخلاقیات اور معاملات سمیت زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مکمل تعلیمات فراہم کی ہیں۔ قرآن حکیم میں ان تمام شعبوں میں سب سے زیادہ راہنمائی معاملات کے حوالے سے کی گئی ہے، اور معاملات میں بھی مالی معاملات قرآن کا اہم ترین موضوع رہے ہیں۔ سو قرآن نے جہاں

عبادات وفرائض پر زور دیا ہے اسی طرح طلب معاش اور کسب حلال کو بھی اہمیت دی ہے۔ایک مسلمان کے لئے شرعاً واجب اور ضروری ہے کہ وہ رزق حلال کمائے اور رزق حرام سے بچنے کی کوشش کرے۔ رزق حلال کا حصول تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب انسان شریعت کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق اسے حاصل کرے۔ حصول رزق کے دیگر ذرائع میں سے ایک اہم اور بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے۔اللہ تعالی نے بھی تجارت کو انسانوں کی معاشی ضروریات پوری کرنے کا ایک ذریعہ بنایا ہے، سو اگر تجارت جائز و حلال طریقے سے کی جائے گی تو اس سے حاصل ہونے والا منافع بھی جائز و حلال ہو گا۔ اگر تجارت ناجائز و حرام طریقوں سے کی جائے گی تو اس سے حاصل ہونے والا منافع بھی حرام شمار کیا جائے گا۔

قرآن حکیم نے معاملات میں سے جن خاص امور پر زیادہ توجہ دی ہے ان میں سے ایک خاص جزء مالی و تجارتی معاملات ہیں۔ چونکہ ان معاملات کا تعلق براہ راست بندوں کے ساتھ ہوتا ہے اور ان میں اگر کوئی ابہام یا تشنگی پائی جائے تو فساد فی الارض کا خطرہ رہتا ہے۔اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس سلسلے میں احکام وہدایات کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔اس لئے قرآن حکیم نے اس موضوع پر تفصیلی احکامات دیئے ہیں۔ قرآن حکیم نے جن مالی معاملات کا ذکر کیا ہے ان میں زیادہ زور تجارت، بیوع اور ان کی انواع، ان سے متعلق ممنوعات اور مباحات پر دیا ہے۔ تجارتی معاملات کے بارے قرآن حکیم نے واضح ہدایات دی ہیں۔ ان میں سے بعض معاملات سے متعلق احکام میں اصولی ہدایات دی گئی ہیں اور بعض کی تفصیل نبی اکرم ﷺ نے ان سے متعلقہ آیات کی توضیح و تشریح کر کے پیش کی ہے۔ یہاں ہمارا فوکس تجارت سے متعلق ان قرآنی اصولوں، تعلیمات و فرامین پر ہو گا جو اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں تجارت کے حوالے سے بیان کیے ہیں، اور ساتھ ساتھ مختلف مذاہب فقہیہ سے تعلق رکھنے والے فقہاء مفسرین نے ان آیات کی جو تفسیر کی ہے اس کا بھی تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

اللہ تعالی نے انسانوں کی آسانی اور بھلائی کے لیے تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ کسب معاش چونکہ ایک انسانی ضرورت ہے سو اس کو ضرورت ہی سمجھنا چاہیے۔ایسا نہ ہو کہ تجارت کو ہی مقصد حقیقی سمجھ کر انسان اپنی اصل، اپنے مالک اور اپنی زندگی کے مقصد کو ہی بھلا بیٹھے۔ اگر وہ دنیاوی ضرورتوں کسب معاش و تجارت میں مصروف بھی رہتا ہے تو جب اس کا پروردگار اسے بلائے تو وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے مالک کے روبرو حاضر ہو جائے۔اللہ تعالی سورۃ جمعۃ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[1]

(اے ایمان والو جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو تم دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)

اس حکم سے مراد ہر گز یہ نہیں کہ قرآن کی نظر میں کسب معاش کوئی بری چیز ہے یا اسلام اسے ناپسندیدہ عمل سمجھتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالی کو اس کے انسانوں کے لیے فطری تقاضہ اور بشری ضرورت ہونے کا احساس ہے سو اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ 2

کہ جب تم نماز مکمل کر لو تو زمین مین پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پا سکو"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے ان اصحاب کی تعریف فرمائی ہے جو کسب معاش کی ذمہ داریوں میں مگن رہتے ہوئے بھی اپنے پروردگار کو یاد رکھتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ 3

"(یعنی ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔ وہ اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں"

معروف حنفی فقیہ مفسر امام جصاص اس آیت کے ذیل حسن بصری کا قول نقل کرتے ہیں:

" وقَوْله تَعَالَى رِجالٌ لا تُلْهِيهِمْ تِجارَةٌ وَلا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ رُوِيَ عَنْ الْحَسَنِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ وَاَللَّهِ لقد كَانُوا يَتَبَايَعُونَ فِي الْأَسْوَاقِ فَإِذَا حَضَرَ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ اللَّهِ بَدَءُوا بِحَقِّ اللَّهِ حَتَّى يَقْضُوهُ ثُمَّ عَادُوا إلَى تِجَارَتِهِمْ"

کہ حسن بصری کہتے ہیں کہ اس آیت میں مذکور لوگ بازاروں میں خرید وفروخت کرتے ہیں اور اسی دوران کوئی اللہ کا حق سامنے آتا ہے تو وہ اللہ تعالی کے حق کو ترجیح دیتے ہوئے اس طرف نکل جاتے ہیں اور اللہ تعالی کے حق کو ترجیح دیتے ہیں، پھر اس کے بعد وہ واپس اپنی خرید وفروخت کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

اللہ تعالی نے ان لوگوں کے بارے میں خصوصی انعام واکرام کا ذکر کیا ہے جو لوگ اپنے دنیاوی معاملات پر حقوق اللہ کو مقدم کرتے ہیں اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے لیئے اپنے تمام کام دنیاوی معاملات ترک کر دیتے ہیں۔

انسانی معاش کے حوالے سے تجارت ایک خاص اہمیت کی حامل ہے اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالی نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ سورۃ بقرۃ میں اس حوالے سے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ 4

"اور اللہ نے خرید وفروخت کو حلال رکھا ہے اور سود کو حرام رکھا ہے"

معروف شافعی فقیہ الکیاالھراسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حلت بیع کو عام رکھا ہے لیکن اس عام کو دلیل شرعی کے ساتھ خاص کیا جا سکتا ہے۔"5

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے بیع وشراء یعنی تجارت کو حلال قرار دیا ہے، تجارت کی حلت کا یہ حکم تمام قسم کی خرید وفروخت کو شامل ہے سوائے ان بیوعات کے کہ جن کو دیگر نصوص کے ذریعے سے حرام قرار دیا گیا ہو۔

حلت بیع سے متعلقہ درج بالا آیت کی تشریح میں معروف حنفی فقیہ مفسر امام جصاص لکھتے ہیں:

" قوله عز وجل وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ عُمُومٌ فِي إبَاحَةِ سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ لِأَنَّ لَفْظَ الْبَيْعِ مَوْضُوعٌ لِمَعْنًى مَعْقُولٍ فِي اللُّغَةِ وَهُوَ تَمْلِيكُ الْمَالِ بِمَالٍ بِإِيجَابٍ وَقَبُولٍ عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَهَذَا هُوَ حَقِيقَةُ الْبَيْعِ فِي مَفْهُومِ اللِّسَانِ ثُمَّ مِنْهُ جَائِزٌ وَمِنْهُ فَاسِدٌ إلَّا أَنَّ ذَلِكَ غَيْرُ مَانِعٍ مِنْ اعْتِبَارِ عُمُومِ اللَّفْظِ مَتَى اخْتَلَفْنَا فِي جَوَازِ بَيْعٍ أَوْ فَسَادِهِ وَلَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ وَإِنْ كَانَ مَخْرَجُهَا مَخْرَجَ الْعُمُومِ فَقَدْ أُرِيدَ بِهِ الْخُصُوصُ لِأَنَّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلَى حَظْرِ كَثِيرٍ مِنْ الْبِيَاعَاتِ "6

یعنی اللہ تعالی کے اس قول کہ بیع کو حلال قرار دیا گیا ہے، یہ حکم تمام قسم کی بیع کے لئے عام ہے وہ اس لیے کہ بیع کا لفظ ایسے معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے جو لغوی لحاظ سے پوری طرح سمجھ میں آجاتی ہے اور وہ ہے طرفین یعنی بائع اور مشتری کی باہمی رضامندی اور ایجاب وقبول کے ذریعے مال کے بدلے مال کا مالک بنانا۔ لغوی مفہوم کے حساب سے یہی بیع کی حقیقت ہے۔ پھر بیع کی بعض صورتیں جائز ہیں اور بعض فاسد لیکن یہ بات کسی بیع کے جواز یا فساد میں اختلاف کی صورت کے اندر لفظ کے عموم کے اعتبار سے مانع نہیں ہے۔ اہل علم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت کے انداز بیان میں اگرچہ عموم پایا جاتا ہے لیکن اس سے مراد خصوص ہے۔ کیونکہ تمام اہل علم بیع کی بہت سی صورتوں کی ممانعت پر متفق ہیں۔

معروف مالکی فقیہ مفسر علامہ قرطبیؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

" ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبا﴾ هَذَا مِنْ عُمُومِ الْقُرْآنِ، وَالْأَلِفُ وَاللَّامُ لِلْجِنْسِ لَا لِلْعَهْدِ إِذْ لَمْ يَتَقَدَّمْ بَيْعٌ مَذْكُورٌ يَرْجِعُ إِلَيْهِ"7

کہ اس آیت میں لفظ بیع عمومات قرآن میں سے ہے اور اس پر الف لام عہد کا نہیں بلکہ جنس کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے بیع کا ذکر نہیں ہو جس کی طرف رجوع کرنا پڑے۔

سو تجارت کو اللہ تعالی نے حلال قرار دیا ہے اور اس حوالے سے کتاب اللہ میں مطلق حلت کا حکم پیش کیا سوائے ان معاملات کے جو دیگر کسی نص کے ذریعے سے حرام قرار دیئے گئے ہوں۔ تجارت کے قرآنی اصول وضوابط جن کی تشریح وتفسیر احکام القرآن کی مختلف تفاسیر میں کی گئی ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

باہمی رضامندی

تجارت کے جواز کی ایک بڑی شرط یہ ہے کہ معاہدہ بیع (معاہدہ تجارت) جن دو فریقوں کے درمیان طے پاتا ہے ان فریقوں کے درمیان اس معاہدے کے حوالے طے پانے والی تمام شرائط اور ایجاب و قبول کے حوالے سے اتفاق ہونا ضروری ہے۔ جس کو موجودہ کاروباری معاہدوں (Business agreements) میں فریقین کے درمیان باہمی رضامندی (mutual consent) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ معاہدہ تجارت میں جانبین میں سے اگر کسی ایک کی بھی رضامندی کے بغیر یہ معاہدہ طے پاتا ہے تو قرآن ایسے معاہدے کو باطل قرار دیتا ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾**8**

اے ایمان والو تم آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی مرضی سے تجارت کے ذریعے سے کھاؤ۔"

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فریقین کے درمیان جب تک باہمی رضامندی کی شرط نہیں پائی جائے گی، دیگر تمام شرائط کے ہونے کے باوجود وہ عقد باطل ہو جائے گا۔ آیت کریمہ میں "الا" کا استثناء یہ ظاہر کرتا ہے کہ عقد باطل ہونے سے تب ہی نکلے گا جب اس میں تراضی فریقین کی شرط پوری کی جائے گی۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی رو سے وہ تجارتی معاملات جن میں فریقین کی باہمی رضامندی موجود نہ ہو یا جو معاہدے جبر واکراہ پر مبنی ہوں وہ تمام معاہدات باطل قرار پائیں گے۔ معروف معاصر فقیہ مفسر شیخ وھبہ زحیلی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں تراضی کی حدود بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وليس كل تراض معترفا به شرعا، وإنما التراضي ضمن حدود الشرع، فلا يحل المال الربوي في بيع أو قرض جر نفعا، ولا المال المأخوذ بالقمار والرّهان من الجانبين، حتى وإن تراضى عليه الطرفان لأن رضاهما مصادم لأمر الشرع الإلهي"9

"یہاں ہر قسم کی باہمی رضامندی کی شریعت میں اجازت نہیں، بلکہ باہمی رضامندی کے حوالے سے بھی شریعت نے کچھ حدود مقرر کی ہیں، پس ربا کا مال یا قرض پر منافع حلال نہیں ہے، اسی طرح جوئے وغیرہ کے لیے بھی حلال نہیں اگرچہ دونوں طرف سے رضامندی موجود ہو، وجہ یہ ہے کہ یہ عقود ہی شریعت الٰہیہ سے متصادم ہیں"

سوا ایسے تمام تجارتی عقود جو قرآن و سنت سے متصادم ہوں یا ان میں شرعی حوالے سے کوئی اور خرابی پائی جائے تو وہ شریعت کی نظر میں درست نہیں ہوں گے بے شک ان میں فریقین کی مکمل رضامندی شامل ہو۔ ایسی ظاہری رضامندی جو در حقیقت جبر و اضطرار پر مبنی ہو وہ درست نہیں۔ شاہ ولی اللہ ایسی اضطراری رضامندی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس لیے کہ مفلس

در حقیقت مضطر اور مجبور ہوتا ہے کہ جس چیز کو پورا کرنے کی اس میں سکت وہمت نہیں ہوتی وہ اپنی بے چارگی کی بنا پر اسے اپنے ذمے لیتا ہے۔ حالانکہ اس طرح کی رضامندی ہر گز حقیقی رضامندی نہیں ہے۔[10]

ایسی خرید وفروخت کہ جس میں بائع کو ناحق اور زور زبردستی سے اپنی چیز بیچنے پر مجبور کیا جائے یا پھر خریدار کو زبردستی کوئی چیز خریدنے پر مجبور کیا جائے بیع المکرہ کہلاتی ہے۔ قرآن حکیم کے "عن تراض" کے الفاظ کو سامنے رکھا جائے تو ایسا کوئی بھی تجارتی عقد جو خریدار یا فروخت کنندہ کو اکراہا بیع پر آمادہ کرے وہ عقد جائز نہیں ہے

مالکی فقیہ علامہ قرطبیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

" وَأَمَّا بَيْعُ الْمُكْرَهِ وَالْمَضْغُوطِ فَلَهُ حَالَتَانِ. الْأُولَى- أَنْ يَبِيعَ مَالَهُ فِي حَقٍّ وَجَبَ عَلَيْهِ، فَذَلِكَ مَاضٍ سَائِغٌ لَا رُجُوعَ فِيهِ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ، لِأَنَّهُ يَلْزَمُهُ أَدَاءُ الْحَقِّ إِلَى رَبِّهِ مِنْ غَيْرِ الْمَبِيعِ، فَلَمَّا لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ كَانَ بَيْعُهُ اخْتِيَارًا مِنْهُ فَلَزِمَهُ. وَأَمَّا بَيْعُ الْمُكْرَهِ ظُلْمًا أَوْ قَهْرًا فَذَلِكَ بَيْعٌ لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ"[11]

کہ بیع مکرہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ بیع اس مال کے حصول کے لیے کی گئی ہو جو اس کے ذمے واجب الادا ہے تو اس صورت میں فقہاء کا کہنا ہے کہ اس صورت میں اس بیع سے رجوع نہیں کیا جائے گا۔ کیوں کہ ویسے بھی اس کے ذمے ادائیگی لازم تھی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایسا کوئی حق اس پر لازم نہ ہو کس کی ادائیگی کے لیے ایسا کیا گیا ہو تو اس صورت میں یہ جبر اور ظلم ہے اس لیے اس طرح کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

معروف معاصر فقیہ مفسر علامہ وھبہ زحیلی بیع مکرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" وأما بيع المكره والمضطر فله حالتان:الأولى- أن يبيع ماله في حق وجب عليه: فذلك نافذ لازم لا رجوع فيه لأنه يلزمه أداء الحق إلى صاحبه من غير المبيع، فلما لم يفعل ذلك، كان بيعه اختيارا منه، فلزمه. الثانية: بيع المكره ظلما أو قهرا: فهو بيع غير لازم، وهو أولى بمتاعه، يأخذه بلا ثمن، ويتبع المشتري بالثمن ذلك الظالم فإن تلف المتاع رجع بثمنه أو بقيمته بالأكثر من ذلك، على الظالم إذا كان المشتري غير عالم بظلمه."[12]

یعنی بیع مکرہ کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے مال کو بیچا جائے اس حق کے بدلے میں جو اس پر لازم ہے، تو اس صورت میں یہ عقد لازم ہو جائے گا اس سے رجوع ممکن نہیں ہے کیوں کہ یہ اس کے اس حق کے بدلے میں کیا گیا ہے جو اس پر لازم ہے۔ دوسری صورت اس کی یہ ہے کہ وہ مکمل جبر، ظلم اور قہر پر مبنی ہو تو ایسی صورت میں یہ عقد لازم نہیں رہے گا۔

حاصل یہ کہ بیع مکرہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی پر کوئی حق لازم ہو اور وہ ادا نہ کر رہا ہو تو اس صورت میں اس کے مال کو زبردستی بیچ کر جس کا حق اس کے ذمے لازم تھا اسے ادا کیا جا سکتا ہے، مثلاً کسی مقروض کے ذمے واجب الادا قرض ہو اور وہ

قرض ادا کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو لیکن جان بوجھ کر ادانہ کر رہا ہو تو اس صورت میں اس کے مال میں زبر ستی تصرف کیا جا سکتا ہے اور اس کے اثاثوں کو اس کی مرضی کے بغیر بیچ کو وہ قرض لوٹایا جا سکتا ہے اور اس طرح کا معاہدہ بیع جائز ہے لیکن اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس طرح کی زبردستی بیع حکومت یا عدالت خود کرے۔

معروف شیعہ فقیہ مفسر جمال الدین مقداد بن عبداللہ اس آیت کے ذیل میں خیار مجلس کے حوالے سے فقہاء کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال مالك وأبو حنيفة : المراد تراضي المتعاقدين حال العقد فإذا حصل تمّ البيع ولزم ، فلا خيار قبل التفرق عندهما وقال الشافعي : المراد التفرّق عن تراض فلهما الخيار قبل التفرق ، وهو مذهب الأصحاب لقوله صلى‌الله‌عليه‌وآله « البيّعان بالخيار ما لم يفترقا "[13]

امام مالک اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ متعاقدین کی تراضی سے مراد موقع پر تراضی ہونا ہے جب وہ ہو جائے تو بیع مکمل ہو جائے گی اور لازم ہو جائے گی۔ پس الگ ہونے سے پہلے ان کے پاس کوئی خیار نہیں ہے۔ البتہ امام شافعی کہتے ہیں کہ تراضی سے مراد تفرق ہے یعنی الگ ہونے سے پہلے ان کے پاس خیار ہو گا

اور یہی مذہب ہمارے اصحاب کا ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ متبایعان کے پاس اس وقت تک خیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔ پھر علامہ مقداد تراضی بینهما کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ باہمی رضامندی وہاں ہی معتبر ہو گی جہاں شریعت نے اس کا اعتبار کیا ہے۔

"الرضا يراد به المعتبر شرعا فلا اعتبار برضى الصبيّ والمجنون والسكران والسفيه والمفلّس ، فلا يصحّ عقودهم."[14]

"باہمی رضامندی وہاں ہی معتبر ہو گی جہاں شریعت نے اس کا اعتبار کیا ہے سو بچے، مجنون، نشے میں موجود شخص اور بیوقوف کی تراضی معتبر نہیں پس ان کے کیے عقد صحیح نہیں ہوں گے"

معاہدہ تجارت کو تحریر میں لانا (Documentation)

فریقین کے درمیان کوئی بھی تجارتی معاہدہ طے پائے خواہ وہ خرید و فروخت سے متعلق ہو یا لین دین کا دوسرا کوئی معاملہ ہو ان کو چاہیے کہ وہ اس معاہدے کو ضبط تحریر میں لے آئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاہدہ ہونے کے بعد ان میں سے ایک فریق اسے بھول جائے یا ان میں سے کسی ایک دنیا سے چلا جائے یا پھر کوئی فریق اپنے کیے ہوئے معاہدے سے ہی انکار کر دے تو ان تمام صورتوں میں فریقین کے درمیان جھگڑا پیدا ہو جائے گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایسے کسی بھی جھگڑے سے بچنے کے لیے پہلی ہی بند باندھنے کی ہدایت کی ہے۔ اس حوالے سے سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ﴾[15]

"مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے مالی لین دین کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو"

اس آیت کو آیت مداینہ بھی کہا جاتا ہے، آیت مبارکہ کے ظاہری مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کتابت کے حکم کا تعلق صرف معاملہ قرض سے ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ کتابت کا تعلق تمام قسم کے لین دین کے معاملات سے متعلق ہے اس لیے تجارت سے متعلق وہ تمام معاملات اس میں شامل ہوں گے جن میں مدت متعین کر کے ادائیگی موخر کی جاتی ہے۔

معروف حنفی فقیہ ملاجیون اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت اگرچہ بظاہر ہر ادھار کے بارے میں ہے خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع ہو لیکن ابن عباس سے منقول ہے کہ اس سے مراد بیع سلم ہے۔اس بارے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ بیع سلم ایک مشروع عقد ہے جو کتاب اللہ سے ثابت ہوتا ہے یعنی آیت مدائینہ سے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی نے بیع سلم مضمون مؤجل کو اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور اس کے بارے میں طویل ترین آیت اتاری ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ الاية هذا لفظ

معروف فقیہ مفسر نواب صدیق حسن خان اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

" والدين: عبارة عن كل معاملة كان أحد العوضين فيها نقدا والآخر في الذمة نسيئة."16

یعنی دین میں وہ تمام قسم کے لین دین کے عقود شامل ہوں گے جن میں ایک چیز نقد دی جاتی ہے اور دوسری چیز کی ادائیگی مؤخر کی جاتی ہے۔

قاضی شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

" فِي قَوْلِهِ: إِذا تَدايَنْتُمْ بِدَيْنٍ وَالدَّيْنُ: عِبَارَةٌ عَنْ كُلِّ مُعَامَلَةٍ كَانَ أَحَدُ الْعِوَضَيْنِ فِيهَا نَقْدًا، وَالْآخَرُ فِي الذِّمَّةِ نَسِيئَةً، فَإِنَّ الْعَيْنَ عِنْدَ الْعَرَبِ مَا كَانَ حَاضِرًا، وَالدَّيْنَ مَا كَانَ غَائِبًا"1817

کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد میں دین سے مراد ہر وہ معاملہ ہے جس میں عوضین میں سے ایک چیز نقد اور دوسری چیز ادھار دی جا رہی ہو۔ عربوں کے ہاں عین اس چیز کو کہا جاتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور دین اس چیز کو کہا جاتا ہے جو موقع پر موجود نہ ہو بلکہ غائب ہو۔

پھر اسی آیت سے متصل مضمون میں اللہ تعالی نے اس معاہدے کی مزید تفصیل بیان کی ہے کہ معاہدہ کن لکھے گا،اس کی کیا شرائط ہوں گی اور یہ بھی کہ معاہدے کے گواہ کیسے مقرر کیے جائیں گے۔

حرام اشیاء کی تجارت سے ممانعت

اللہ تعالی ان تمام اسباب و وسائل کو پیدا کرنے والا ہے جن سے انسان اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے لیے استفادہ کرتا ہے۔ اس نے ان تمام وسائل رزق کے استعمال اور ان سے استفادے کی مکمل اجازت دے رکھی ہے البتہ چند چیزیں اس نے بنی نوع انسان کی اپنی بھلائی کی خاطر حرام قرار دی ہیں۔ان چند اشیاء کے علاوہ انسان جس چیز کی بھی کمائی کرے گا وہ اس کے لیے حلال ہو گی۔ سورۃ بقرۃ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾[19]

"اے لوگو جو کچھ زمین میں ہے اس سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ"

اس آیت کے ذیل میں معروف معاصر فقیہ مفسر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

" يا أيها الناس كافّة كلوا مما يوجد في الأرض حلالا أحلّه الله لكم، طيبا لا شبهة فيه ولا إثم، ولا يتعلق به حق الغير، وألا تأكلوا الخبائث التي منها ما يأخذه الرؤساء من الأتباع، فهو حرام خبيث لا يحل أكله. وألا تتبعوا طرق الشيطان بالإغواء والإضلال والوسوسة، فهو يوسوس بالشّر والمنكر، وهو لكم عدوّ ظاهر"[20]

یعنی کہ یہ خطاب تمام انسانوں کو کیا گیا ہے کہ زمین کے اندر جتنی بھی حلال چیزیں موجود ہیں وہ سب تم کھا سکتے ہو، جن کو اللہ تعالی نے تمہارے لیے حلال کیا ہے، اور ساتھ یہ کہ وہ چیزیں پاک بھی ہوں اور ان میں کوئی شبہ بھی نہ ہو اور وہ حرام بھی نہ ہوں اور ایسی بھی نہ ہوں کہ ان پر کسی اور کا حق ہو اور ناپاک چیزیں نہ کھاؤ، سو ایسی چیزیں حرام ہیں اور ان کا کھانا تمہارے لیے حلال نہیں اور تم شیطان کے گمراہی اور وساوس کے راستوں پر بھی نہ چلو، کیوں کہ وہ برائی اور منکر کے وساوس ڈالتا ہے اور شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

قرآن حکیم میں ایک طرف کسب حلال کا حکم دیا ہے تو دوسری طرف ان تمام چیزوں اور ذرائع سے منع بھی کیا ہے جو انسانوں کے لیے درست نہیں اور اللہ تعالی نے ان کو حرام قرار دیا ہے سو شریعت اسلامی میں حلال امور کا دائرہ حرام اشیاء کے دائرے کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے۔ اللہ تعالی نے نے جتنی بھی چیزیں ہمارے لیے حرام قرار دی ہیں وہ یا تو دینی طور پر ہمارے لیے مضر ہیں یا جسمانی طور پر یا صحت کے حوالے سے نقصان دہ ہیں۔ کسی انسان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے اور اپنے زعم سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے جیسے زمانہ جاہلیت میں عرب کرتے تھے۔ البتہ بنی اسرائیل کے لیئے جو چیزیں اللہ تعالی نے حرام قرار دیں اس کی وجہ ان کا ظلم اور ان کی سرکشی تھی۔ شریعت میں حلال و حرام کو مکمل تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں صرف چند اشیاء کا ہی ذکر ہے جو حرام قرار دی گئی ہیں مثلا سود، جوا، شراب، چوری، ڈاکہ اور مردار کا گوشت اور خون، خنزیر اور وہ تمام حلال جانور پرندے جن کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ حلال و حرام سے متعلق اور بھی کئی چیزیں ہیں جن کی تفصیلات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

تجارت کے حوالے سے ایک اہم اصول یہ ہے کہ جن اشیاء یا جن امور کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے ان کی تجارت یا اجرت بھی جائز نہیں ہے۔ مثلا اللہ تعالی نے شراب کو حرام قرار دیا تو شراب کی تجارت بھی حرام ہو گی، یہی حکم مردار، خون اور خنزیر کا بھی ہے جن کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے، یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن کا تعلق کھانے پینے کی اشیاء سے ہے۔ اشیاء خورونوش

کے علاوہ وہ دیگر امور جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے ان کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً زنا کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے تو اس کی اجرت بھی حرام ہو گی۔ اسی طرح جادو سیکھنے یا کرانے کی اجرت اور اس کے علاوہ وہ تمام امور جن کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ان سے منع کیا گیا ہے، ایسے تمام امور کی اجرت یا پھر ان کی مزدوری یا ان سے متعلقہ آلات کی تجارت بھی حرام ہو گی۔ قرآن حکیم میں جن اشیاء کو حرام کہا گیا ہے ان کا ذکر ذیل کی سطور میں کیا جاتا ہے۔ سورۃ مائدہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ﴾[21]

(تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں۔ مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پاسوں سے قسمت معلوم کرو یہ سب گناہ (کے کام) ہیں)

اسی طرح سورہ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[22]

(اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ)

اسی طرح سورہ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾[23]

(اور لوگوں میں بعض ایسا ہے جو بیہودہ حکایتیں خریدتا ہے تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے خدا کے رستے سے گمراہ کرے اور اس سے استہزاء کرے یہی لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا)

حرام اشیاء کی بیع و انتفاع حرمت خمر کے بعد ابتدا میں جائز تھا لیکن بعد میں اس کی خرید و فروخت اور انتفاع سے منع کر دیا گیا۔ معروف حنبلی فقیہ مفسر ابن رجب ان آیات کی تفسیر میں حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" وفي "الصحيحينِ " عن جابرٍ، أنه سمعَ النبيَّ – صلى الله عليه وسلم – عامَ الفتح وهو بمكةَ يقولُ: "إن اللهَ ورسولَهُ حرَّمَ بيع الخمر والميتةَ والخنزيرَ والأصنامَ ".وخرَّج مسلم من حديثِ أبي سعيد الخدري، أنَّ النبيَّ – صلى الله عليه وسلم – قالَ: "يا أيهاالنَّاسُ، إن اللَّهَ يعرِّض بالخمرِ، ولعل الله سينزلُ فيها أمرًا،

فمنْ كانَ عندَهُ منها شيء فليبْعهُ ولينتفعْ بهِ " قال: فما لبثنا إلا يسيرًا حتّى قالَ: "إن اللّه حرَّم الخمرَ، فمنْ أدركتْه هذه الآيةُ وعندَهُ منها شيء فلا يشربْ ولا يبعْ "، قال: فاستقبلَ الناسُ بما كانَ عندَهُم منها في طريقِ المدينةِ فسفكُوهَا.وهذا نصّ في تحريم بيعِها مع تحريم شربِها."[24]

یعنی حرام اشیاء کی بیع وانتفاع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس کی حرمت کے حوالے سے حضرت ابی سعید خدری تفصیل سے بیان فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالی حرمت خمر کے حکم کو واضح کرے گا سوا گر کسی کے پاس شراب ہے تو وہ اس کو بیچ دے اور اس سے نفع حاصل کرلے، لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد دوبارہ یہ حکم نازل ہوا کہ اللہ نے شراب کو مکمل حرام قرار دے دیا ہے سو جس تک بھی یہ حکم پہنچتا ہے وہ نہ تو شراب پیئے اور نہ ہی اس کی خرید وفروخت کرے۔ سو لوگوں تک جب یہ حکم پہنچا تو انہوں نے اپنے پاس موجود ساری شراب کو مدینہ کی گلیوں میں بہا دیا۔ سو یہ حرام اشیاء سے انتفاع واستعمال کے حوالے سے صریح نص ہے جس کو صحیح مسلم میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

معروف معاصر فقیہ مفسر علامہ وھبہ زحیلی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" فالخمر والميتة والخنزير وسائر المحرّمات في الكتاب لا يجوز الاتّجار فيها لأن إطلاق لفظ التحريم يقتضي أن سائر وجوه الانتفاع محرمة، ولأن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم جعل النّهي عن الشّحوم نهيا عن أكل ثمنها،ففي الحديث الصحيح: «لعن الله اليهود حرّمت عليهم الشحوم، فباعوها وأكلوا ثمنها» "

یعنی کتاب اللہ میں مذکور وہ تمام محرمات جن کا ذکر درج بالا آیات میں کیا گیا ہے ان سب کی خرید وفروخت بھی حرام ہے اس لیے کہ آیت میں مطلق حرمت کا حکم آیا ہے سو حرمت کا اطلاق یہ تقاضا کرتا ہے کہ ان سب سے انتفاع بھی حرام ہو گا۔ اس امر کو تقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ملتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی چربی کے کھانے اور اس کے بیچنے سے بھی منع فرمایا۔

ہر قسم کے باطل طریقوں سے اجتناب

قرآن باہمی لین دین اور تجارت کے حوالے سے ایک بہت جامع اور بنیادی اصول یہ بتاتا ہے کہ تم باہمی لین دین میں باطل طریقوں کو استعمال نہ کرو۔ سورۃ النساء میں اس حوالے سے ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[25]

"کہ اے ایمان والو ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ"

سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت کے ذیل میں علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

" لَا تَأْكُلُوا أَمْوالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْباطِلِ ـــــفِيهِ تِسْعُ مَسَائِلَ: الْأُولَى- قَوْلُهُ تَعَالَى: (بِالْباطِلِ) أَيْ بِغَيْرِ حَقٍّ. وَوُجُوهُ ذَلِكَ تَكْثُرُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَقَدْ قَدَّمْنَا فِي الْبَقَرَةِ. وَمِنْ أَكْلِ الْمَالِ بِالْباطِلِ بَيْعُ الْعُرْبَانِ، وَهُوَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْكَ السِّلْعَةَ أَوْ يَكْتَرِيَ مِنْكَ الدَّابَّةَ وَيُعْطِيَكَ دِرْهَمًا فَمَا فَوْقَهُ، عَلَى أَنَّهُ إِنِ اشْتَرَاهَا أَوْ رَكِبَ الدَّابَّةَ فَهُوَ مِنْ ثَمَنِ السِّلْعَةِ أَوْ كِرَاءِ الدَّابَّةِ، وَإِنْ تَرَكَ ابْتِيَاعَ السِّلْعَةِ أَوْ كِرَاءَ الدَّابَّةِ فَمَا أَعْطَاكَ فَهُوَ لَكَ. فَهَذَا لَا يَصْلُحُ"[26]

یعنی کہ اس آیت میں باطل طریقے سے مال کھانے سے ممانعت کی بہت سی صورتیں ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور سورۃ بقرہ میں اس کا معنی بیان کیا ہے اور باطل طریقہ سے مال کھانے کی ایک صورت بیع العریان بھی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص تم سے کوئی سامان لے یا تجھ سے جانور کرائے پر لے اور تجھے ایک درہم یا اس سے زیادہ رقم دے اس شرط پر کہ اگر وہ اس چیز کو خریدے گا یا سواری پر سوار ہو گا تو وہ سامان کی قیمت یا جانور کے کرایہ سے ہو گا اور اگر سامان نہیں خریدے گا یا سواری کرائے پر نہیں لے گا تو جو اس نے تجھے دیا ہے وہ تیرا ہو گا۔

اس آیت کے ذریعے سے اللہ تعالی نے لین دین کے دوران کیے جانے والے تمام باطل طریقوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ان باطل طریقوں کی تفصیل بھی قرآن نے دیگر مقامات پر ذکر کی ہے۔ مثلا لین دین میں دھوکہ دینا، وعدہ خلافی کرنا، سود کا معاملہ کرنا، قمار و میسر کے ذریعے سے کوئی معاملہ کرنا، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا اور امانت میں خیانت کرنا۔ یہ اور اس کے علاوہ وہ تمام طریقے جن کو شریعت نے باطل قرار دیا ہے ایسے تمام باطل طریقوں کے ذریعے سے کیے جانے والے تمام معاملات خود بخود باطل ہو جائیں گے۔

نادان اور ناتجربہ کار شخص کو تجارت کے لیے مال دینے سے اجتناب

اللہ تعالی کی طرف سے انسانوں کو دی جانے والی تمام تر نعمتیں بالخصوص مال و دولت اور روپیہ پیسہ اس کو امانت کے طور پر دیا گیا ہے جن سے منفعت کا حصول ہی انسانی حیات کے تسلسل کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اس کو چاہیے کہ وہ اسے ضائع ہونے سے بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ اس حوالے سے قرآن یہ اصول پیش کرتا ہے کہ تم اپنے مال کی حفاظت کرو اور تجارت یا دیگر لین دین کے معاملات میں اپنا مال کسی نادان، بے وقوف اور ناتجربہ کار شخص کے حوالے نہ کرو۔ اس حوالے سے سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾[27]

"اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے مت دو"

اس آیت کی تفسیر میں معروف مالکی فقیہ مفسر علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

" وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي هَؤُلَاءِ السُّفَهَاءِ، مَنْ هُمْ؟ فَرَوَى سَالِمٌ الْأَفْطَسُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: هُمُ الْيَتَامَى لَا تُؤْتُوهُمْ أَمْوَالَكُمْ. قَالَ النَّحَّاسُ— عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ: هُمُ الْأَوْلَادُ الصِّغَارُ، لَا تُعْطُوهُمْ أَمْوَالَكُمْ فيفسدوها وتبقوا بلا شي— وَيُقَالُ: لَا تَدْفَعْ مَالَكَ مُضَارَبَةً وَلَا إِلَى وَكِيلٍ لَا يُحْسِنُ التِّجَارَةَ. وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ لَمْ يَتَفَقَّهْ فَلَا يَتَّجِرْ فِي سُوقِنَا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهاءَ أَمْوالَكُمُ) يَعْنِي الْجُهَّالَ بِالْأَحْكَامِ"[28]

یعنی کہ یہاں موجود سفہاء کے مفہوم کے حوالے سے علماء میں اختلاف ہوا ہے، ایک قول اس حوالے سے ہے کہ اس سے مراد یتیموں کو مال دینے کی ممانعت ہے، ایک قول اس حوالے سے یہ ہے کہ اس سے مراد چھوٹے بچوں کو مال دینے کی ممانعت ہے، کہ ان کو مال نہ دو وہ اس کو ضائع کر دیں گے اور سارا مال ختم کر دیں گے۔ ایک قول اس حوالے سے یہ ہے کہ تم اپنا مال نہ مضاربت پر دو اور نہ ایسے وکیل کو دو جو تجارت اچھی طرح نہ کر سکتا ہو۔ حضرت عمر روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص عقل نہ رکھتا ہو، وہ ہمارے بازار میں تجارت نہ کرے پس اس کے متعلق ارشاد فرمایا" ﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهاءَ أَمْوالَكُمُ ﴾ "یعنی ایسے افراد جو جو احکام سے جاہل ہیں۔

اس کو شریعت کی اصطلاح میں حجر کہتے ہیں یعنی کسی کو اس کے اپنے مال میں تصرف سے روکنا، قاضی یا ولی کسی بے وقوف بچے، غلام یا کسی پاگل شخص کو ان کے مال میں تصرف سے روکیں تو اس کو حجر کہتے ہیں۔ حجر کے حوالے سے سب سے مضبوط دلیل مذکورہ بالا آیت ہے جس میں بے وقوفوں کو مال دینے سے منع کیا گیا ہے، اس حوالے سے مختلف احادیث بھی موجود ہیں کہ تین لوگوں کو مرفوع القلم کہا گیا ہے ان میں ایک بچہ بھی ہے جب تک وہ بڑا نہیں ہو جاتا۔

یہاں سے ایک اصول ہمارے سامنے آتا ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی ذمہ داری ہو اور اس کے پاس ذمہ داری پوری کرنے کی سمجھ نہ ہو تو اس کو روکا جا سکتا ہے۔ اسی طرح طرح کوئی شخص کسی عہدے کا اہل نہ ہو اور وہ اس عہدے پر کام کر رہا ہو تو حکمران یا قاضی اس کو اس عہدے سے ہٹا دے تاکہ دیگر مسلمانوں کا نقصان نہ ہو۔

ظلم سے اجتناب

قرآن حکیم میں بیان کردہ باہمی تجارت کے قواعد وضوابط میں سے ایک اہم ہدایت یہ کی گئی ہے کہ تجارت یا لین دین کے دوران فریقین میں سے کوئی فریق دوسرے پر ظلم نہ کرے۔ وہ ظلم براہ راست یا پھر بالواسطہ کسی بھی طرح کا ہو سکتا ہے۔ اس لیے معاملہ تجارت میں اس چیز کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کوئی فریق دوسرے کے ساتھ ہی ظلم نہ کرے۔ اس حوالے سے قرآن بالکل واضح ہدایات دیتا ہے۔ سورہ بقرہ میں سود کی حرمت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾[29]

کہ نہ تم خود ظلم کرو اور نہ یہ کہ تم پر ظلم کیا جائے۔

معروف معاصر فقہی مفسر اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں:

" لا تَظْلِمُونَ المحتاجين بأخذ أموالهم من غير عوض وَلا تُظْلَمُونَ أنتم بضياع رؤوس أموالكم."[30]

کہ عاقدین میں سے چاہے ظلم ایک کی طرف سے ہو کہ بغیر عوض کے اس کا مال لے لیا جائے یا خود اپنا راس المال ضائع کیا جائے دونوں صورتیں ظلم پر مبنی ہیں۔

علامہ صدیق حسن خان اس آیت کے ذیل میں معاملہ دین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" لا تَظْلِمُونَ وَلا تُظْلَمُونَ — وَإِنْ تُبْتُمْ أي من الربا فَلَكُمْ رُؤُسُ أَمْوالِكُمْ تأخذونها لا تَظْلِمُونَ غرماءكم بأخذ الزيادة وَلا تُظْلَمُونَ"[31]

"نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔۔۔اگر تم توبہ کرتے ہو تو تمہارے لیے صرف راس المال ہے جو تم لو گے نہ تم اپنے قرضداروں پر ان سے زیادہ صول کر کے ظلم کرو اور نہ ہی تم پر کوئی ظلم کیا جائے''

سو عاقدین کے درمیان معاملہ چاہے دین کا ہو یا تجارت کا ہو، قرآن کی نظر میں ظلم دونوں صورتوں میں جائز نہیں چاہے دائن کے ساتھ ہو یا مدیون کے ساتھ ہو، اس سے اجتناب ضروری ہے، اسی طرح عقد تجارت میں ظلم چاہے بائع کی طرف کیا جائے یا مشتری کی طرف سے کیا جائے ہر دو صورتوں میں یہ جائز نہیں۔

اللہ تعالی نے انسانوں کے نفع کے لیے تجارت کو حلال کیا ہے لیکن اس کی حلت کو چند شرائط کے ساتھ جوڑا ہے تاکہ اس کی منفعت کو مزید وسعت دی جاسکے۔ اس حوالے سے قرآن نے بہترین اصول فراہم کیے ہیں جن کا اوپر کی سطور میں ذکر ہوا کہ ان اصولوں کو سامنے رکھ کر اگر تجارت کی جائے تو ایسی تجارت نہ صرف اس کی ذات بلکہ پورے معاشرے کے لیے نفع رسانی کا باعث بنے گی۔

حواشی وحوالہ جات

1۔الجمعۃ:09

2۔الجمعۃ:10

3۔النور:37

4۔البقرۃ:275

5۔احکام القرآن، علی بن محمد بن علی، الکیاالہراسی، ج:1، ص:232

6۔احکام القرآن، احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص، ج:2، ص:189

7۔الجامع لأحکام القرآن، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، ج:3، ص:356

8۔النساء:29

9۔ التفسیر الوسیط للزحیلی، وہبۃ بن مصطفیٰ الزحیلی، ج:1، ص:310، دار الفکر- دمشق
10 حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، ج:2، ص:153
11۔ الجامع لأحکام القرآن، محمد بن احمد بن ابی بکر، ج:10، ص:184
12۔ التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، وہبۃ بن مصطفیٰ الزحیلی، ج:14، ص:247
13۔ کنز العرفان فی فقہ القرآن، جمال الدین مقداد بن عبداللہ، ج:2، ص:34، مکتبہ المرتضویہ للاحیاء الآثار، تہران
14۔ ایضاً
15۔ البقرۃ:282
16۔ نیل المرام من تفسیر آیات الأحکام، ابو الطیب محمد صدیق خان، ج:1، ص:114، دار الکتب العلمیۃ
17۔ فتح القدیر، محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی، ج:1، ص:344، دار ابن کثیر، دار الکلم الطیب، دمشق بیروت
18۔ التفسیرات الاحمدیہ، ملا جیون، ص:122
19۔ البقرۃ:168
20۔ التفسیر الوسیط للزحیلی، د وہبۃ بن مصطفیٰ الزحیلی، ج:1، ص:77
21۔ المائدہ:03
22۔ االمائدہ:90
23۔ لقمان:06
24۔ روائع التفسیر، زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن، الحنبلی، ج:1، ص:196
25۔ النساء:29
26۔ الجامع لأحکام القرآن، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، ج:5، ص:150
27۔ النساء:05
28۔ الجامع لأحکام القرآن، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، ج:5، ص:28
29۔ البقرۃ:279
30۔ تفسیر آیات الأحکام، محمد علی السایس، ج:1، ص:180
31۔ نیل المرام من تفسیر آیات الأحکام، ابو الطیب محمد صدیق خان، ج:1، ص:112